

ADVANCE SOCIAL SCIENCE ARCHIVE JOURNAL

Available Online: <https://assajournal.com>

Vol. 04 No. 02. October-December 2025. Page# 418-433

Print ISSN: [3006-2497](#) Online ISSN: [3006-2500](#)Platform & Workflow by: [Open Journal Systems](#)

The Principles of Ta'zir and Hudud in Hanafi Jurisprudence: A Comparative Study in the Context of Contemporary Legal Thought

فقہ حنفی کے اصولی تعزیر و حدود: معاصر قانونی افکار کے تناظر میں ایک تقابلی مطالعہ

Dr. Zeeshan

Lecturer, Department of Islamic Studies, KUST

dr.zeeshan2021@kust.edu.pk

Abstract

This paper, The Principles of Ta'zir and Hudud in Hanafi Jurisprudence: A Comparative Study in the Context of Contemporary Legal Thought, represents a detailed study of the criminal law in the Hanafi jurisprudence, its theoretical basis, rules of evidence, and its compatibility with the modern criminal justice systems. The study explains that Hanafi fiqh takes a fine line between justice, mercy and welfare of the people ('adl 10, rahmah 11, and maṣlahah 12), to deliver justice without infringing human dignity. The paper will start with a definition and distinction between hudud (fixed) and ta'zir (discretionary) and will underscore the fact that hudud are those penalties that are divinely sanctioned and their evidentiary presentation is to be followed without compromise, and that ta'zir will be a form of punishments that the judiciary will have flexibility in addressing the changing needs of the society. It expounds the 'maxim al-Hudud tadrak bi-l-shubuhāt (doubts prevent the application of hudud) as an exercise of the Hanafi focus on care, justice and safeguarding of the innocent. The paper applies a comparative approach and compares the Hanafi jurisprudence with the contemporary secular legal systems. Though the deterrence and rehabilitative approach is prevalent in modern law, the moral correction and spiritual reformation is incorporated in the Hanafi law. It highlights the discretion of the qadji (judge), whose judgment in taqzire cases is determined by the rules of siyasah sharafiyah (Islamic government) so that justice and reform over punishment are met. The study also examines the application of Hanafi principles like qiyas (analogy), istihsan (juridical preference) and urchuf (custom) to facilitate flexibility in dealing with modern day crimes such as corruption, computer crimes and environmental crimes. It claims that the Hanafi system fits the contemporary human rights norms by insisting on procedural fairness, rigidity of evidence, and guard against wrongful punishment. Finally, the paper affirms that the Hanafi penal code is corrective and not punitive. It is founded upon mercy, justice, as well as social order with the goal of rehabilitating the offenders and protecting the welfare of the population. By incorporating Hanafi into modern-day legal practice, the moral and ethical aspects of criminal justice will also be enriched by a reassertion of the perennial applicability and common-sense of the Islamic jurisprudence in the creation of a just and humane society.

Keywords: Hanafi jurisprudence, Hudud, Ta'zir, Islamic criminal law, Siyāsah Shar'īyyah, Human rights, Contemporary legal thought

۱۔ مقدمہ و پس منظر

1.1 موضوع کا تعارف اور اس کی علمی و فقہی اہمیت

اس تحقیق کا مرکزی موضوع فقہ حنفی میں حدود و تعزیرات کے نظام کا تجزیاتی مطالعہ ہے، جس کا بنیادی مقصد اس نظام کے انسانی حقوق کے تحفظ، عدالتی انصاف اور معاشرتی اصلاح کے پہلوؤں کو واضح کرنا ہے۔ فقہ حنفی کا عدالتی نظام اسلامی قانون کا ایک ایسا مربوط اور متوازن ڈھانچہ پیش کرتا ہے جو نہ صرف مجرم کے حقوق کا تحفظ کرتا ہے بلکہ معاشرے کے تحفظ اور اصلاح کا بھی پورا انتظام کرتا ہے۔ اس موضوع کی علمی اہمیت اس لحاظ سے بھی ہے کہ یہ جدید قانونی نظاموں کے ساتھ فقہ حنفی کے تقابلی جائزے کا موقع فراہم کرتا ہے، جس سے دونوں نظاموں کی مماثلتوں اور اختلافات کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ فقہی اعتبار سے یہ موضوع اس لیے بھی اہم ہے کہ اس میں فقہ حنفی کے بنیادی اصولوں جیسے "الحدود تدرء بالشبهات" اور "المراء مؤاخذ باقراره" کی عملی تطبیقات کو واضح کیا گیا ہے۔ نیز، اس تحقیق میں فقہ حنفی کے تحت ثبوت کے سخت معیارات، قاضی کے اختیارات اور مجرم کی اصلاح کے پہلوؤں کا گہرائی سے جائزہ لیا گیا ہے، جو نہ صرف فقہی ادب میں اضافے کا باعث بنتا ہے بلکہ موجودہ عدالتی نظام کے لیے رہنمائی کا ذریعہ بھی ہے۔

1.2 تحقیق کے مقاصد، سوالات اور مفروضات

اس تحقیق کے بنیادی مقاصد میں فقہ حنفی کے حدود و تعزیرات کے نظام کا تجزیہ، اس کی عصری معنویت کا تعین، اور جدید قانونی نظاموں کے ساتھ اس کے تقابلی جائزے کو شامل کیا گیا ہے۔ نیز، اس تحقیق کا مقصد فقہ حنفی کے تحت انسانی حقوق کے تحفظ، عدالتی شفافیت اور منصفانہ سماعت کے اصولوں کو واضح کرنا بھی ہے۔ تحقیق کے مرکزی سوالات میں یہ شامل ہیں کہ فقہ حنفی میں ثبوت کے معیارات کس حد تک انسانی حقوق کے تحفظ کو یقینی بناتے ہیں؟ فقہ حنفی کا عدالتی نظام جدید قانونی نظاموں سے کس حد تک مماثلت یا اختلاف رکھتا ہے؟ نیز، فقہ حنفی میں سزاؤں کے مقاصد میں اصلاح اور معاشرتی تحفظ کو کس طرح مرکزی اہمیت حاصل ہے؟ تحقیق کے مفروضات میں یہ شامل ہے کہ فقہ حنفی کا عدالتی نظام انسانی حقوق کے تحفظ کے جدید معیارات کے ساتھ ہم آہنگ ہے، نیز فقہ حنفی میں سزاؤں کا بنیادی مقصد انتقام نہیں بلکہ اصلاح ہے۔ نیز، یہ مفروضہ بھی ہے کہ فقہ حنفی کے ثبوت کے سخت معیارات بے گناہ افراد کو سزا سے بچانے میں معاون ثابت ہوتے ہیں۔

1.3 تحقیق کا منہج، مآخذ اور حدود کار

اس تحقیق میں تجزیاتی اور تقابلی منہج کو اپنایا گیا ہے، جس کے تحت فقہ حنفی کے بنیادی مآخذ جیسے قرآن، سنت، اجماع اور قیاس سے استفادہ کیا گیا ہے۔ نیز، فقہ حنفی کی معتبر کتابوں جیسے "بدائع الصنائع"، "المبسوط"، "رد المحتار" اور "الفقہ علی المذاهب الاربعہ" کو بھی مصادر کے طور پر شامل کیا گیا ہے۔ جدید قانونی نظاموں کے تجزیے کے لیے بین الاقوامی انسانی حقوق کے معاہدوں اور موجودہ فوجداری قوانین کا بھی جائزہ لیا گیا ہے۔ تحقیق کی حدود کار میں فقہ حنفی کے حدود و تعزیرات کے نظام تک ہی تحقیق کو محدود رکھا گیا ہے، نیز دیگر فقہی مذاہب کے عدالتی نظاموں کا اس تحقیق میں براہ راست جائزہ نہیں لیا گیا ہے۔ نیز، تحقیق کا دائرہ کار ثبوت کے اصولوں، قاضی کے اختیارات، سزاؤں کے مقاصد اور انسانی حقوق کے تحفظ تک ہی محدود ہے، جبکہ دیگر متعلقہ موضوعات جیسے مالیاتی قوانین یا عائلی قوانین کو اس تحقیق میں شامل نہیں کیا گیا ہے۔ ان حدود کے باوجود، یہ تحقیق فقہ حنفی کے عدالتی نظام کی عصری معنویت اور اس کی رہنمائی کو واضح کرنے میں معاون ثابت ہوگی۔

2۔ فقہ حنفی کا منہج استدلال

2.1 امام ابو حنیفہؒ کا عقلی و نصی منہج

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا استدلالی منہج کتاب و سنت کی نصوص اور ان سے استنباط کرنے والے عقلی اصولوں کے درمیان کامل توازن قائم کرتا ہے۔ آپ کا بنیادی اصول یہ تھا کہ سب سے پہلے کتاب اللہ سے استدلال کیا جائے، پھر سنت رسول سے، اس کے بعد صحابہ کرام کے اقوال سے، اور پھر ضرورت پڑنے پر قیاس وغیرہ سے کام لیا جائے¹۔ امام صاحب کے منہج کی یہ امتیازی خصوصیت ہے کہ وہ نصوص کے ظواہر ہی پر اکتفا نہیں کرتے تھے، بلکہ ان کے معانی و مقاصد میں غور و فکر کرتے تھے اور خارجی قرائن کی روشنی میں روایات کو پرکھتے تھے²۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کو "اصحاب الرائے" میں شمار کیا جاتا تھا، جو اس زمانے میں تعریف کا لقب تھا کہ مذمت کا۔ امام صاحب کے اس منہج کی بنیاد پر

¹ امام شمس الدین السرخسی، المبسوط، جلد 1، (دار المعرفۃ، بیروت، 1993ء)، ص 23

² امام ابن عابدین، رد المحتار علی الدر المختار، جلد 1، (دار الفکر، بیروت، 1992ء)، ص 67

ہی فقہ حنفی میں وہ استحکام اور ہمہ گیری پیدا ہوئی جو آج تک اس کی امتیازی شناخت ہے۔ آپ کا یہ منہج درحقیقت عہد صحابہ کے اس طریق کار کی نمائندگی کرتا ہے جسے حضرت عمر، حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم جیسے جلیل القدر صحابہ اپنایا کرتے تھے³۔

2.2 قیاس، استحسان اور عرف کے اصولی مصادر

فقہ حنفی میں قیاس، استحسان اور عرف کو اصول استنباط کی حیثیت حاصل ہے۔ قیاس سے مراد کسی معلوم حکم کو کسی ایسے نیا مسئلے پر منطبق کرنا ہے جس میں وہی علت پائی جاتی ہو⁴۔ استحسان کے لغوی معنی "نیکی شمر دن" کے ہیں، جبکہ اصطلاحاً اس سے مراد کسی دلیل کلی سے کسی خاص صورت میں مصلحت کے پیش نظر عدول کرنا ہے⁵۔ حنفیہ کے ہاں استحسان کی تعریف "ایسے دلیل کے طور پر کی گئی ہے جو مجتہد کے ضمیر میں خطور کرے لیکن الفاظ میں بیان کرنا مشکل ہو"⁶۔ استحسان کی ایک واضح مثال یہ ہے کہ اگر کسی سفید (نابالغ) کی طرف سے کوئی وصت کی جائے تو عام قاعدے کے مطابق وہ نافذ نہیں ہوگی، لیکن استحسان کے اصول پر اسے نافذ قرار دیا جاتا ہے، کیونکہ اس میں سفید کے لیے کوئی نقصان نہیں ہے⁷۔

2.3 فقہ حنفی میں عدل و مصلحت کا کردار

فقہ حنفی میں عدل و مصلحت کو مرکزی اہمیت حاصل ہے۔ یہ فقہ نہ صرف فرد کے حقوق کا تحفظ کرتی ہے، بلکہ پورے معاشرے کے مفاد کو بھی پیش نظر رکھتی ہے⁸۔ مصلحت عامہ کے تحت ہی تعزیری سزائیں مقرر کی جاتی ہیں، جن کی نوعیت و مقدار کا اختیار حاکم وقت کو حاصل ہے، تاکہ وہ وقت اور حالات کے تقاضوں کے مطابق معاشرتی تحفظ کو یقینی بنا سکے⁹۔ استحسان کا پورا تصور درحقیقت مصلحت پر مبنی ہے، جس میں مجتہد عوام الناس کے مفاد اور ان کی سہولت کو پیش نظر رکھتے ہوئے فیصلہ کرتا ہے¹⁰۔ فقہ حنفی میں قاضی کو حد کے نفاذ میں درگزر اور نرمی سے کام لینے کی تلقین کی گئی ہے، اور ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے کہ حد کو ٹالا جاسکے، بشرطیکہ اس کا کوئی شرعی راستہ نکلے¹¹۔

3- حدود و تعزیرات کی تعریف و فرق

3.1 لغوی و اصطلاحی معانی اور فقہی تمیز

حدود اور تعزیرات اسلامی قانون کے دو اہم شعبے ہیں جن کے درمیان بنیادی فرق کو سمجھنا نہایت ضروری ہے۔ لغوی اعتبار سے "حد" کے معنی روکنا اور منع کرنے کے ہیں، جبکہ اصطلاح میں اس سے مراد وہ سزائیں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید یا سنت رسول میں متعین فرمائی ہیں اور جن میں کی بیشی کی گنجائش نہیں ہے¹²۔ دوسری طرف "تعزیر" لغوی طور پر تادیب اور روکنے کے معنی رکھتی ہے، اور اصطلاح میں اس سے مراد وہ سزائیں ہیں جو شرعی حدود میں شامل نہیں ہیں اور جن کا تعین حاکم وقت حالات اور مجرم کی نوعیت کے مطابق کرتا ہے¹³۔ فقہی تمیز کے اعتبار سے حدود کی سزائیں مقرر اور غیر متبدل ہیں، جیسے زنا کی سزا سو کوڑے، چوری کی سزا تھ کاٹنا، اور ڈاکے کی سزا موت یا سولی ہے۔ ان سزائوں میں قاضی کو کوئی اختیار حاصل نہیں ہوتا، سوائے اس کے کہ شرائط پوری نہ ہوں یا ثبوت میں کوئی نقص ہو۔ اس کے برعکس تعزیرات میں حاکم کو وسیع اختیار

³ امام بدر الدین العینی، البنایۃ شرح الہدایۃ، جلد 1، (دار الفکر، بیروت، 1990ء)، ص 89

⁴ شیخ عبدالرحمن الجزیری، الفقہ علی المذاهب الأربعة، جلد 1، (دار الکتب الاسلامی، قاہرہ، 2003ء)، ص 123

⁵ امام علاء الدین الحسینی، الدر المختار، جلد 1، (دار الکتب العلمیہ، بیروت، 2002ء)، ص 78

⁶ امام محمد بن الحسن الشیبانی، کتاب الحجۃ علی اہل المدینۃ، جلد 1، (دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1994ء)، ص 156

⁷ امام ابن نجیم المصری، الأشباہ والنظائر، (دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1999ء)، ص 145

⁸ امام ابوبکر الرازی الجصاص، احکام القسآن، جلد 1، (دار احیاء التراث العربی، بیروت، 2001ء)، ص 89

⁹ امام ابویوسف، کتاب الخراج، (دار المعرفۃ، بیروت، 1979ء)، ص 112

¹⁰ امام ابوبکر أحمد بن عمر الشیبانی، اختلاف الفقہاء، (مکتبہ رشیدیہ، قاہرہ، 1980ء)، ص 201

¹¹ علامہ ابن عابدین، حاشیہ رد المحتار، جلد 1، (دار الفکر، بیروت، 1992ء)، ص 234

¹² امام ابوبکر الکاسانی، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، جلد 7، (دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1986ء)، ص 34

¹³ امام ابن قدامہ، المغنی، جلد 9، (دار عالم الکتب، ریاض، 1997ء)، ص 316

حاصل ہوتا ہے کہ وہ مجرم کی شخصیت، جرم کی نوعیت، اور معاشرتی حالات کو مد نظر رکھتے ہوئے مناسب سزا مقرر کرے۔ یہ سزا کوڑے، قید، یا جرمانہ کی صورت میں ہو سکتی ہے، لیکن اس میں حد سے تجاوز کی ممانعت ہے۔

3.2 حدود و تعزیرات میں قانونی و اخلاقی امتیازات

حدود اور تعزیرات میں متعدد قانونی اور اخلاقی امتیازات پائے جاتے ہیں جو ان کے درمیان واضح فرق قائم کرتے ہیں۔ قانونی امتیاز کے اعتبار سے حدود کے جرائم کو "حق اللہ" یعنی اللہ کا حق سمجھا جاتا ہے، اس لیے ان میں معافی کی گنجائش نہیں ہوتی، جبکہ تعزیرات میں "حق العبد" یعنی بندے کا حق غالب ہوتا ہے، اس لیے متاثرہ فریق معاف کر سکتا ہے۔¹⁴ اخلاقی امتیاز کے لحاظ سے حدود کے جرائم معاشرے کے لیے نہایت سنگین ہیں اور ان کی سزائیں بھی سخت ہیں، جبکہ تعزیرات کے جرائم نسبتاً کم سنگین ہوتے ہیں۔ حدود کے ثبوت کے لیے شریعت نے سخت شرائط عائد کی ہیں، جیسے زنا کے ثبوت کے لیے چار عینی گواہوں کا ہونا ضروری ہے، جبکہ تعزیرات میں گواہی کے کم سخت معیار قبول کیے جاتے ہیں۔¹⁵ حدود میں شبہات کی صورت میں سزا ساقط ہو جاتی ہے، جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: "یعنی شبہات کی بنا پر حدود کو ساقط کر دو"۔¹⁶ اس کے برعکس تعزیرات میں شبہ کی صورت میں سزا میں تخفیف کی جاسکتی ہے، لیکن اسے مکمل طور پر ساقط نہیں کیا جاسکتا۔ یہ امتیازات درحقیقت اسلامی قانون کی رحمت و انصاف کی عکاسی کرتے ہیں۔

3.3 فقہی مآخذ میں ان کی شرعی بنیادیں

حدود و تعزیرات کی شرعی بنیادیں قرآن مجید، سنت رسول، اجماع اور قیاس پر استوار ہیں۔ قرآن مجید میں متعدد مقامات پر حدود کے احکام واضح طور پر بیان ہوئے ہیں، جیسے سورہ نور میں زنا کی سزا کا بیان: "الرَّائِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةً جَلْدَةٍ"۔¹⁷ اسی طرح سورہ مائدہ میں چوری کی سزا بیان ہوئی ہے: "وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا"۔¹⁸ سنت رسول میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد مواقع پر حدود اور تعزیرات دونوں کو نافذ فرمایا۔¹⁹ اجماع کے طور پر امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حدود و تعزیرات اسلامی قانون کا اٹھ حصہ ہیں۔ قیاس کے ذریعے فقہانے نئے واقعات اور حالات کے لیے تعزیراتی سزائیں مقرر کی ہیں۔²⁰ فقہی مآخذ میں ان کی شرعی بنیادوں کو نہایت تفصیل سے بیان کیا گیا ہے، نیز ہر دور کے علما نے ان اصولوں کی روشنی میں جدید مسائل کے حل پیش کیے ہیں۔ یہ بنیادیں درحقیقت اسلامی قانون کی جامعیت اور ہمہ گیری کی دلیل ہیں، جو ہر زمانے کے تقاضوں کو پورا کرنے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔

4- فقہ حنفی میں حدود کے اصول و ضوابط

4.1 حدود کے ثبوت کے ذرائع (شہادت، اقرار، قرائن)

فقہ حنفی میں کسی بھی حد کے ثبوت اور نفاذ کے لیے شریعت نے انتہائی سخت اور واضح ضابطے مقرر کیے ہیں۔ اس مذہب میں حدود کے ثبوت کے بنیادی طور پر صرف دو ہی ذرائع تسلیم کیے گئے ہیں: ایک اقرار مجرم اور دوسرا گواہان عادل کی شہادت۔²¹ اقرار کے لیے ضروری ہے کہ وہ عدالت کے سامنے آزادانہ اور بار بار ہو، جبکہ شہادت کے لیے گواہوں کا عادل ہونا نہایت اہم شرط ہے۔ فقہ حنفی میں قرائن اور سراغ رسانی کے ذریعے حد ثابت کرنے کو قبول نہیں کیا گیا ہے، کیونکہ حد ایک مقررہ سزا ہے جو صرف نص کے ذریعے عائد ہوتی ہے اور اس کے ثبوت کے لیے بھی نص ہی کے بیان کردہ طریقوں پر انحصار ضروری ہے۔²² امام سرخسی اپنی مشہور کتاب "المبسوط" میں اس اصول کی

¹⁴ امام شمس الدین السرخسی، المبسوط، جلد 9، (دار المعرفۃ، بیروت، 1993ء)، ص 145

¹⁵ شیخ عبدالرحمن الجزیری، الفقہ علی المذاهب الأربعة، جلد 5، (دار الکتب الاسلامی، قاہرہ، 2003ء)، ص 378

¹⁶ امام بیہقی، سنن الکبری، جلد 8، (مکتبۃ الرشید، ریاض، 2003ء)، ص 327

¹⁷ سورۃ النور، آیت: 2

¹⁸ سورۃ المائدہ، آیت: 38

¹⁹ امام ابن قیم الجوزیہ، اعلام الموقعین، جلد 2، (دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1991ء)، ص 85

²⁰ امام محمد بن احمد الشربینی، مغنی المحتاج، جلد 4، (دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1994ء)، ص 189

²¹ امام علاء الدین ابوبکر الکاسانی، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، جلد 7، (دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1986ء)، ص 145

²² امام شمس الدین السرخسی، المبسوط، جلد 9، (دار المعرفۃ، بیروت، 1993ء)، ص 78

وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "حدود بالقیاس لاثبت" یعنی حدود قیاس کے ذریعے ثابت نہیں ہوتیں۔ علامہ کا سانی "بدائع الصنائع" میں اس نکتے کی مزید وضاحت فرماتے ہیں یعنی تمام حدود گواہوں اور اقرار سے ثابت ہوتی ہیں، لیکن اسی وقت جب اس کی تمام شرائط پوری ہوں۔ ان سخت شرائط کا مقصد یہ یقینی بنانا ہے کہ کسی بے قصور شخص کو حد کی سزا نہ ہو اور ہر ممکن شک و شبہ کو دور کر کے ہی کوئی فیصلہ صادر کیا جائے۔

4.2 شبہات کے مواقع پر حدود کی معطلی کا اصول

فقہ حنفی کا ایک بنیادی اور مشہور قاعدہ یہ ہے کہ "الحدود تدرء بالشبہات" یعنی شبہات کی صورت میں حدود ساقط ہو جاتی ہیں²³۔ یہ اصول درحقیقت انصاف اور رحمت کے اسلامی تصور کا عکاس ہے، جس کا مقصد مجرم کو سزا دینے سے زیادہ بے گناہ کو سزا سے بچانا ہے۔ اگر کسی جرم کے ثبوت یا نوعیت میں ذرا سا بھی شبہ ہو، خواہ وہ واقعاتی ہو یا شرعی، تو فقہ حنفی کے مطابق اس صورت میں حد ساقط ہو جاتی ہے۔ اس اصول کی بنیاد نبی کریم ﷺ کے اس فرمان پر ہے جس میں آپ ﷺ نے لوگوں سے کہا تھا یعنی "مسلمانوں سے حدود کو تاحد ممکن دور رکھو، اگر کوئی راستہ (رہائی کا) نکلے تو اسے چھوڑ دو، کیونکہ حاکم کا عفو میں خطا کرنا عقوبت میں خطا کرنے سے بہتر ہے"²⁴۔ فقہ حنفی میں شبہ کی متعدد اقسام بیان کی گئی ہیں، جن میں شبہ فی الدلالة (احکام کی تشریح میں شک)، شبہ فی الثبوت (ثبوت میں شک)، اور شبہ فی التکلیف (جرم کی نوعیت میں شک) شامل ہیں۔ مثال کے طور پر اگر کوئی شخص چوری کا اعتراف کرے لیکن بعد میں وہ مال اس کے قبضے میں نہ ملے، یا پھر گواہوں کی شہادت میں کوئی نقص ہو، تو ایسی صورت میں حد ساقط ہو جاتی ہے۔ یہ رحمت و انصاف پر مبنی اصول فقہ حنفی کو ایک متوازن اور انسانی حقوق کا تحفظ کرنے والے قانونی نظام کی حیثیت دیتا ہے۔

4.3 حد کے نفاذ میں قاضی کی احتیاط و ذمہ داری

فقہ حنفی میں قاضی پر حد کے نفاذ کے سلسلے میں نہایت سنگین ذمہ داری عائد ہوتی ہے، جسے احتیاط، انصاف اور بصیرت کے ساتھ انجام دینا ہوتا ہے²⁵۔ قاضی کے لیے ضروری ہے کہ وہ مقدمے کی کارروائی کے دوران ہر پہلو کا از خود جائزہ لے اور صرف فریقین کے بیانات پر انحصار نہ کرے۔ اسے چاہیے کہ وہ جرائم کے ثبوت میں موجود ہر چھوٹے سے چھوٹے شبہ کو تلاش کرے اور اگر کوئی شبہ موجود ہو تو حد کو ساقط کر دے۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مسلک یہ ہے کہ قاضی کو حد کے نفاذ میں درگزر اور نرمی سے کام لینا چاہیے، اور ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے کہ حد کو ٹالا جاسکے، بشرطیکہ اس کا کوئی شرعی راستہ نکلے۔ قاضی پر یہ بھی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ مجرم کو سزا سنانے سے پہلے توبہ کا موقع ضرور دے، خاص طور پر حدود کے معاملات میں²⁶۔ اگر قاضی کے سامنے کوئی ایسا شخص اعتراف جرم کرے جو ظاہری طور پر نادان یا مجبور نظر آئے، تو قاضی کو چاہیے کہ وہ اسے سمجھائے اور اس کے اقرار سے رجوع کرنے کا موقع دے۔ فقہ حنفی کی معروف کتاب "الہدایۃ" میں اس بات کی صراحت کی گئی ہے کہ قاضی کو چاہیے کہ وہ حد لگانے میں جلدی نہ کرے، بلکہ غور و فکر اور مزید تحقیق سے کام لے۔ ان تمام احتیاطی تدابیر کا مقصد یہ یقینی بنانا ہے کہ شرعی قانون کا نفاذ انصاف اور رحمت کے دائرے میں رہے، نیز کسی بے گناہ کو ناحق سزا نہ ملے۔

5- فقہ حنفی میں تعزیرات کا مفہوم و دائرہ کار

5.1 تعزیر کی تعریف اور فقہی محل

فقہ حنفی میں تعزیر سے مراد وہ سزا ہے جو شرعی حدود میں شامل نہیں ہوتی، بلکہ معاشرتی نظم و ضبط کو قائم رکھنے اور جرائم کو روکنے کے لیے دی جاتی ہے۔ تعزیر کی تعریف "وہ سزا جو شرعی حد سے کم ہو اور معاشرتی مصلحت کے تحت دی جائے" کے طور پر کی گئی ہے²⁷۔ یہ سزا قاضی کے اختیار میں ہوتی ہے جو حالات و واقعات کے مطابق اس کا تعین کرتا ہے۔ تعزیر کا فقہی محل یہ ہے کہ یہ ان تمام جرائم کا احاطہ کرتی ہے جن کے لیے شرعی حدود مقرر نہیں ہیں، یا پھر جن میں حدود کے شرائط پوری نہیں ہوتیں۔ مثال کے طور پر چوری کا جرم اگر حد کی شرائط پوری نہ کرے تو تعزیری سزا دی جاسکتی ہے۔ اسی طرح دھوکہ دہی، جعل سازی، اور دیگر معاشرتی جرائم تعزیر کے دائرہ کار میں آتے ہیں²⁸۔

²³ امام ابن عابدین، رد المحتار علی الدر المختار، جلد 3، (دار الفکر، بیروت، 1992ء)، ص 165

²⁴ امام بدر الدین محمود العینی، البنایۃ شرح الہدایۃ، جلد 5، (دار الفکر، بیروت، 1990ء)، ص 234

²⁵ شیخ عبدالرحمن الجزیری، الفقہ علی المذاهب الأربعة، جلد 4، (دار الکتب الاسلامی، قاہرہ، 2003ء)، ص 189

²⁶ امام محمد بن الحسن الشیبانی، کتاب الحجۃ علی اہل المدینۃ، جلد 2، (دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1994ء)، ص 278

²⁷ امام علاء الدین ابوبکر الکاسانی، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، جلد 7، (دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1986ء)، ص 156

²⁸ امام شمس الدین السرخسی، المبسوط، جلد 9، (دار المعرفۃ، بیروت، 1993ء)، ص 89

فقہ حنفی میں تعزیر کی سزا کا تعین کرتے وقت مجرم کی شخصیت، جرم کی نوعیت، اور معاشرے پر اس کے اثرات کو مد نظر رکھا جاتا ہے۔ تعزیر کا بنیادی مقصد مجرم کی اصلاح، معاشرے کا تحفظ، اور جرائم کی روک تھام ہے نہ کہ صرف سزا دینا۔ یہی وجہ ہے کہ تعزیری سزائیں وقت اور حالات کے مطابق بدلتی رہتی ہیں۔

5.2 قاضی کے اختیارات اور تعزیر کی حدود

فقہ حنفی میں قاضی کو تعزیر کے معاملات میں وسیع اختیارات حاصل ہیں، لیکن یہ اختیارات لامحدود نہیں ہیں۔ قاضی تعزیری سزا کا تعین کرتے وقت شرعی اصولوں اور ضابطوں کا پابند ہوتا ہے²⁹۔ قاضی کے اختیارات کی پہلی حد یہ ہے کہ وہ کسی کو حد سے زیادہ سزا نہیں دے سکتا، یعنی تعزیری سزا کبھی بھی شرعی حد کے برابر یا اس سے زیادہ نہیں ہو سکتی۔ دوسری اہم حد یہ ہے کہ سزا دیتے وقت قاضی کو مجرم کی شخصیت، جرم کی نوعیت، اور معاشرتی حالات کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ تیسری حد یہ ہے کہ قاضی کو سزا دیتے وقت اسلام کے بنیادی مقاصد یعنی دین، جان، عقل، مال اور نسل کے تحفظ کو پیش نظر رکھنا ہوتا ہے³⁰۔ قاضی کے پاس تعزیری سزائوں کے متعدد اختیارات ہیں جن میں سرزنش، تنبیہ، قید، جرمانہ، اور معاشرتی خدمات شامل ہیں۔ تاہم قاضی کو چاہیے کہ وہ ہمیشہ نرمی اور درگزر کو ترجیح دے، اور سزا دیتے وقت اصلاح و تربیت کو مقصد بنائے۔ فقہ حنفی میں قاضی کے ان اختیارات کو "سیاست شرعیہ" کے تحت منظم کیا گیا ہے۔

5.3 تعزیر اور سیاست شرعیہ کا باہمی تعلق

تعزیر اور سیاست شرعیہ کا باہمی تعلق فقہ حنفی کا ایک اہم پہلو ہے۔ سیاست شرعیہ سے مراد وہ نظام ہے جس کے تحت حکمران اور قاضی شرعی اصولوں کی روشنی میں معاشرتی نظم و ضبط قائم کرتے ہیں³¹۔ تعزیر درحقیقت سیاست شرعیہ کا ایک اہم ذریعہ ہے جس کے تحت قاضی اور حکمران معاشرتی مصلحت کے پیش نظر سزائیں مقرر کرتے ہیں۔ سیاست شرعیہ کا دائرہ کار تعزیر سے زیادہ وسیع ہے، جس میں انتظامی امور، معاشی پالیسیاں، اور دیگر معاشرتی معاملات شامل ہیں³²۔ فقہ حنفی میں سیاست شرعیہ کے تحت دی جانے والی سزائیں تعزیر ہی کی ایک قسم ہیں، لیکن ان میں حکمران کو زیادہ لچک حاصل ہوتی ہے۔ تعزیر اور سیاست شرعیہ دونوں کا بنیادی مقصد معاشرے میں انصاف قائم کرنا، جرائم کو روکنا، اور عوام کے حقوق کا تحفظ کرنا ہے۔ دونوں نظام ایک دوسرے کے تکمیلی ہیں اور شریعت کے بنیادی اصولوں کے تابع ہیں۔ فقہ حنفی میں اس باہمی تعلق کو اس طرح واضح کیا گیا ہے کہ تعزیر سیاست شرعیہ کا ایک جزو ہے، جبکہ سیاست شرعیہ تعزیر کا ایک وسیع تر framework ہے۔

6- فقہ حنفی میں جرم و سزا کا نظریاتی تصور

6.1 جرم کی تعریف اور اس کے اسباب

فقہ حنفی میں جرم کی تعریف ان افعال کے طور پر کی گئی ہے جو شرعی احکام کی خلاف ورزی پر مبنی ہوں اور جن کے لیے شریعت نے کوئی مخصوص سزا یا تعزیر مقرر کی ہو³³۔ اس کی بنیادی قسمیں حدود، قصاص اور تعزیرات ہیں۔ حدود وہ سزائیں ہیں جن کا نص میں واضح ذکر ہے، جیسے چوری کی سزا۔ قصاص جان یا عضو کے بدلے میں دی جانے والی سزا ہے، جبکہ تعزیرات وہ سزائیں ہیں جو حاکم وقت شرعی اصولوں کے مطابق مقرر کرے³⁴۔ فقہ حنفی میں جرم کے ثبوت کے لیے دو بنیادی ذرائع ہیں: مجرم کا اقرار یا گواہان عادل کی شہادت۔ قرائن اور سراغ رسانی کے ذریعے حد ثابت کرنا قبول نہیں کیا گیا، کیونکہ حد ایک مقررہ سزا ہے جس کے ثبوت کے لیے نص کے بیان کردہ طریقوں پر انحصار ضروری ہے³⁵۔ جرائم کے اسباب میں نفسیاتی، معاشی اور معاشرتی عوامل شامل ہیں۔ فقہ حنفی کا مزاج احتیاط پر مبنی ہے، جس کا بنیادی مقصد مجرم کو سزا دینے سے زیادہ بے گناہ کو سزا سے بچانا ہے۔ اسی لیے "الحدود تدرء بالشبهات" (شبہات کی صورت میں حدود ساقط ہو جاتی ہیں) کا اصول اپنایا گیا ہے³⁶۔

²⁹ امام ابن عابدین، رد المحتار علی الدر المختار، جلد 3، (دار الفکر، بیروت، 1992ء)، ص 178

³⁰ شیخ عبدالرحمن الجزیری، الفقہ علی المذاهب الأربعة، جلد 4، (دار الکتب الاسلامی، قاہرہ، 2003ء)، ص 201

³¹ امام بدر الدین محمود العینی، البنایۃ شرح الھدایۃ، جلد 5، (دار الفکر، بیروت، 1990ء)، ص 245

³² امام محمد بن الحسن الشیبانی، کتاب الحجۃ علی اہل المسینۃ، جلد 2، (دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1994ء)، ص 289

³³ امام شمس الدین السرخسی، المبسوط، جلد 9، (دار المعرفۃ، بیروت، 1993ء)، ص 145

³⁴ امام ابن عابدین، رد المحتار علی الدر المختار، جلد 3، (دار الفکر، بیروت، 1992ء)، ص 167

³⁵ امام بدر الدین العینی، البنایۃ شرح الھدایۃ، جلد 5، (دار الفکر، بیروت، 1990ء)، ص 89

³⁶ شیخ عبدالرحمن الجزیری، الفقہ علی المذاهب الأربعة، جلد 4، (دار الکتب الاسلامی، قاہرہ، 2003ء)، ص 234

6.2 سزا کا مقصد: اصلاح یا انتقام؟

فقہ حنفی میں سزا کا بنیادی مقصد انتقام لینا نہیں، بلکہ فرد اور معاشرے کی اصلاح کرنا ہے³⁷۔ سزا کے ذریعے مجرم کو اس کے غلط عمل کا احساس دلانا، معاشرے کو مستقبل کے ممکنہ جرائم سے بچانا، اور اجتماعی امن و انصاف قائم رکھنا مقصود ہوتا ہے۔ حدود کی سزائیں جو نص کے ذریعے مقرر ہوئی ہیں، ان کا مقصد بھی درحقیقت معاشرتی فلاح و بہبود اور جرائم کے خاتمے کے لیے ایک مثال قائم کرنا ہے³⁸۔ فقہ حنفی میں قاضی کو حد کے نفاذ میں درگزر اور نرمی سے کام لینے کی تلقین کی گئی ہے، اور ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے کہ حد کو ٹالا جاسکے، بشرطیکہ اس کا کوئی شرعی راستہ نکلے³⁹۔ قاضی پر یہ بھی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ مجرم کو سزا سنانے سے پہلے توبہ کا موقع ضرور دے، خاص طور پر حدود کے معاملات میں⁴⁰۔

6.3 مصلحت عامہ اور عدل اجتماعی کا تصور

فقہ حنفی میں مصلحت عامہ اور عدل اجتماعی کے تصور کو مرکزی اہمیت حاصل ہے⁴¹۔ یہ نظام نہ صرف فرد کے حقوق کا تحفظ کرتا ہے بلکہ پورے معاشرے کے مفاد کو بھی پیش نظر رکھتا ہے۔ مصلحت عامہ کے تحت ہی تعزیری سزائیں مقرر کی جاتی ہیں، جن کی نوعیت و مقدار کا اختیار حاکم وقت کو حاصل ہے تاکہ وہ وقت اور حالات کے تقاضوں کے مطابق معاشرتی تحفظ کو یقینی بناسکے⁴²۔ سیاست (تعزیر) کی سزائوں کو اسلامی قانون کی اصطلاح میں حق الامام کہا جاتا ہے۔ حق الامام قرار دینے کے اہم نتائج یہ ہیں کہ اس سزا کی کوئی کم یا زیادہ حد شریعت نے مقرر نہیں کی ہے بلکہ اس کی حد مقرر کرنے کا اختیار حکومت کو دیا گیا ہے اور حکومت اس کی بعض شیخ صورتوں میں سزائے موت بھی مقرر کر سکتی ہے⁴³۔ عدل اجتماعی کا تقاضا ہے کہ ہر فرد کے ساتھ یکساں سلوک کیا جائے، خواہ وہ حکمران طبقے سے تعلق رکھتا ہو یا عام شہری⁴⁴۔ فقہ حنفی کا یہ متوازن تصور اسے نہ صرف ایک مکمل قانونی نظام بناتا ہے بلکہ ہر دور کے تقاضوں پر پورا اترنے کی صلاحیت بھی فراہم کرتا ہے۔

7- قاضی کے اختیارات اور عدالتی نظام

7.1 قاضی کے لیے شرعی و اخلاقی شرائط

فقہ حنفی میں قاضی کے منصب کے لیے کچھ بنیادی شرعی و اخلاقی شرائط مقرر کی گئی ہیں، جو نہ صرف اس کے قانونی اختیارات کی حد بندی کرتی ہیں بلکہ اس کے اخلاقی کردار کے معیار بھی متعین کرتی ہیں۔ شرعی شرائط میں سب سے پہلی شرط قاضی کا مسلمان، عاقل، بالغ اور آزاد مرد ہونا ہے، نیز اس کے حواس سالم ہوں اور وہ عدالت کی شرائط پر پورا اترتا ہو⁴⁵۔ اخلاقی شرائط میں قاضی کا عادل ہونا نہایت اہم ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ کبیرہ گناہوں سے پرہیز کرے اور صغیرہ گناہوں پر اصرار نہ کرے۔ قاضی کے لیے ضروری ہے کہ وہ علم اور فقہ میں مہارت رکھتا ہو، خاص طور پر فقہ حنفی کے اصولوں اور مسائل سے مکمل واقفیت رکھتا ہو⁴⁶۔ قاضی میں فیصلہ کرنے کی صلاحیت، حق گوئی اور بے باکی، صبر و تحمل، اور لوگوں کے حقوق کے تحفظ کا جذبہ بھی ہونا چاہیے۔ اس کے علاوہ قاضی کا شادی شدہ ہونا لازم نہیں ہے، البتہ اس کی علمی اور اخلاقی صلاحیتیں اس قدر ہونی چاہئیں کہ وہ عدالتی فرائض بخوبی انجام دے سکے⁴⁷۔ قاضی کو چاہیے کہ وہ ظاہری اور باطنی دونوں اعتبار سے پاکیزہ زندگی گزارے، کیونکہ اس کا فیصلہ نہ صرف دنیاوی

³⁷ امام علاء الدین الحنفی، الدر المختار، جلد 3، (دار الکتب العلمیہ، بیروت، 2002ء)، ص 156

³⁸ امام محمد بن الحسن الشیبانی، کتاب السیر الکبیر، جلد 2، (دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1994ء)، ص 278

³⁹ امام ابو الحسن القدری، مختصر القدری، (دار السلام، لاہور، 2008ء)، ص 134

⁴⁰ امام ابن نجیم المصری، الأشباہ والنظائر، (دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1999ء)، ص 189

⁴¹ امام ابو بکر الرازی الجصاص، احکام القرآن، جلد 2، (دار احیاء التراث العربی، بیروت، 2001ء)، ص 67

⁴² امام ابو بکر أحمد بن عمر الشیبانی، اختلاف الفقہاء، (مکتبہ رشیدیہ، قاہرہ، 1980ء)، ص 245

⁴³ علامہ ابن عابدین، حاشیہ در المختار، جلد 6، (دار الفکر، بیروت، 1992ء)، ص 312

⁴⁴ امام ابو یوسف، کتاب الحصر، (دار المعرفۃ، بیروت، 1979ء)، ص 178

⁴⁵ امام ابو بکر الکاسانی، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، جلد 7، (دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1986ء)، ص 34

⁴⁶ امام شمس الدین السرخسی، المبسوط، جلد 16، (دار المعرفۃ، بیروت، 1993ء)، ص 56

⁴⁷ شیخ عبدالرحمن الجزیری، الفقہ علی المذہب الأربعة، جلد 4، (دار الکتب الاسلامی، قاہرہ، 2003ء)، ص 189

زندگی پر اثر انداز ہوتا ہے بلکہ اس کی ذمہ داری آخرت میں بھی عائد ہوگی۔ ان شرائط کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ عدالت میں انصاف کا بول بالا ہو اور عوام الناس کو ان کے حقوق مل سکیں۔

7.2 عدالتی احتیاط اور فقہی اعتدال

فقہ حنفی میں عدالتی احتیاط اور فقہی اعتدال کو مرکزی اہمیت حاصل ہے۔ قاضی کو چاہیے کہ وہ ہر مقدمے کی سماعت کے دوران انتہائی احتیاط اور ہوشیاری سے کام لے، نیز فقہی اصولوں کے مطابق اعتدال کا راستہ اختیار کرے۔ احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ قاضی ہر قسم کے شبہ کو دور کرے اور فیصلہ صادر کرنے سے پہلے تمام پہلوؤں کا مکمل جائزہ لے⁴⁸۔ فقہی اعتدال کا مطلب یہ ہے کہ قاضی نہ تو ضرورت سے زیادہ سخت گیری کرے اور نہ ہی ضرورت سے زیادہ نرمی برتے، بلکہ دونوں انتہاؤں کے درمیان اعتدال کا راستہ اختیار کرے۔ فقہ حنفی میں "الحدود تدرء بالشبهات" یعنی شبہات کی صورت میں حدود ساقط ہو جاتی ہیں، کا اصول عدالتی احتیاط کی ایک واضح مثال ہے⁴⁹۔ قاضی کو چاہیے کہ وہ مقدمے کی کارروائی کے دوران ہر پہلو کا از خود جائزہ لے اور صرف فریقین کے بیانات پر انحصار نہ کرے۔ اسے چاہیے کہ وہ جرائم کے ثبوت میں موجود ہر چھوٹے سے چھوٹے شبہ کو تلاش کرے اور اگر کوئی شبہ موجود ہو تو حد کو ساقط کر دے۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مسلک یہ ہے کہ قاضی کو حد کے نفاذ میں درگزر اور نرمی سے کام لینا چاہیے، اور ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے کہ حد کو ٹالا جاسکے، بشرطیکہ اس کا کوئی شرعی راستہ نکلے۔ قاضی پر یہ بھی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ مجرم کو سزا سنانے سے پہلے تو بہ کا موقع ضرور دے، خاص طور پر حدود کے معاملات میں۔

7.3 انصاف و شہادت کے اصولی تقاضے

فقہ حنفی میں انصاف اور شہادت کے اصولی تقاضے نہایت واضح اور سخت ہیں۔ انصاف کا بنیادی اصول یہ ہے کہ ہر فریق کو مساوی سلوک ملے اور اسے اپنا مؤقف پیش کرنے کا پورا موقع دیا جائے۔ قاضی کو چاہیے کہ وہ بلا کسی تفریق کے ہر فریق کی بات توجہ سے سنے اور اس کی بنیاد پر فیصلہ کرے⁵⁰۔ شہادت کے معاملے میں فقہ حنفی نے نہایت سخت ضابطے مقرر کیے ہیں۔ شہادت کے لیے ضروری ہے کہ گواہ عادل ہوں، ان کی تعداد شرعی تقاضوں کے مطابق ہو، اور وہ براہ راست واقعے کے مشاہدے کی بنیاد پر گواہی دیں⁵¹۔ گواہوں کے عادل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ کبیرہ گناہوں سے پرہیز کریں اور صغیرہ گناہوں پر اصرار نہ کریں۔ اگر گواہی میں کوئی نقص یا کمی ہو تو قاضی اسے رد کر سکتا ہے۔ فقہ حنفی میں قرائن اور سراغ رسانی کے ذریعے حد ثابت کرنا قبول نہیں کیا گیا ہے، کیونکہ حد ایک مقررہ سزا ہے جس کے ثبوت کے لیے نص کے بیان کردہ طریقوں پر انحصار ضروری ہے۔ ان اصولوں کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ نہ صرف انصاف ہو بلکہ انصاف ہوتا ہوا دکھائی بھی دے۔ قاضی کو چاہیے کہ وہ اپنے فیصلے میں واضح دلائل پیش کرے اور اسے تحریری شکل میں محفوظ کرے، تاکہ اگر کسی فریق کو اعتراض ہو تو وہ اعلیٰ عدالت میں اپیل کر سکے۔

8- ثبوت جرم کے شرعی ذرائع

8.1 شہادت کی شرائط اور اقسام

شہادت کسی جرم کے ثبوت کا ایک اہم ذریعہ ہے، جس کے لیے فقہ اسلامی میں نہایت واضح اور سخت شرائط مقرر کی گئی ہیں۔ گواہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ عاقل، بالغ، آزاد، عادل اور تہمت سے پاک ہو۔ اس کے علاوہ گواہ کی حواس سالم ہونی چاہئیں، نیز وہ معاشرے کے قابل اعتماد افراد میں شمار ہوتا ہو⁵²۔ شہادت کی کئی اقسام ہیں، جن میں شہادت باللسان (زبانی گواہی)، شہادت بالکتابہ (تحریری گواہی)، اور شہادت بالقرائن (ثانوی شہادت) شامل ہیں۔ فقہ حنفی میں شہادت کی سب سے اہم قسم شہادت عادلیں ہے، جس میں دو عادل مردوں یا ایک عادل مرد اور دو عادل عورتوں کی گواہی ضروری ہوتی ہے⁵³۔ بعض مخصوص معاملات جیسے زنا کے ثبوت کے لیے چار عادل مردوں کی گواہی ضروری ہے، جبکہ مالی معاملات میں ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی کافی ہے۔ گواہی دینے والے شخص میں عدالت کا ہونا نہایت ضروری ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ کبیرہ گناہوں

48 امام ابن عابدین، رد المحتار علی الدر المختار، جلد 4، (دار الفکر، بیروت، 1992ء)، ص 112

49 امام بدر الدین العینی، البناية شرح الهداية، جلد 5، (دار الفکر، بیروت، 1990ء)، ص 78

50 امام علاء الدین الحسکفی، الدر المختار، جلد 3، (دار الکتب العلمیہ، بیروت، 2002ء)، ص 145

51 امام محمد بن الحسن الشیبانی، کتاب السیر الکبیر، جلد 2، (دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1994ء)، ص 167

52 امام ابن عابدین، رد المحتار علی الدر المختار، جلد 4، (دار الفکر، بیروت، 1992ء)، ص 118

53 شیخ عبد الرحمن الجزیری، الفقہ علی المذاهب الأربعة، جلد 4، (دار الکتب الاسلامی، قاہرہ، 2003ء)، ص 189

سے پرہیز کرے اور صغیرہ گناہوں پر اصرار نہ کرے۔ اگر گواہی میں کوئی نقص یا کمی ہو تو قاضی اسے رد کر سکتا ہے۔ فقہ حنفی میں قرائن اور سراغ رسانی کے ذریعے حد ثابت کرنا قبول نہیں کیا گیا ہے، کیونکہ حد ایک مقررہ سزا ہے جس کے ثبوت کے لیے نص کے بیان کردہ طریقوں پر انحصار ضروری ہے۔ ان سخت شرائط کا مقصد یہ یقینی بنانا ہے کہ کسی بے قصور شخص کو حد کی سزا نہ ہو اور ہر ممکن شک و شبہ کو دور کر کے ہی کوئی فیصلہ صادر کیا جائے۔

8.2 اقرار کے فقہی اصول

فقہ اسلامی میں اقرار کو ثبوت جرم کا ایک اہم اور مضبوط ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔ اقرار کی تعریف "کسی دوسرے کے لیے اپنے اوپر کسی حق کے ثابت ہونے کی خبر دینا" کے طور پر کی گئی ہے⁵⁴۔ اقرار کی حجیت قرآن، سنت اور اجماع امت سے ثابت ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: "وَأَقْرُبُوا بِأَنْفُسِكُمْ" یعنی انہوں نے اپنے اوپر اقرار کر لیا⁵⁵۔ اسی طرح حدیث نبوی میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ماعز اسلمی اور غامدیہ کے اقرار کو قبول فرمایا اور اس کی بنیاد پر حد قائم کی⁵⁶۔ اقرار کے درست ہونے کے لیے کئی شرائط ہیں: اقرار کرنے والا عاقل، بالغ اور آزاد ہو، اقرار اپنی رضامندی سے کرے، اقرار واضح اور مبہم نہ ہو، نیز ظاہر حال اس کی تکذیب نہ کرتا ہو⁵⁷۔ فقہ حنفی میں اقرار کے بعد رجوع کرنے کے احکام مختلف ہیں۔ اگر کسی مالی حق کا اقرار کیا گیا ہو تو اس سے رجوع جائز نہیں، لیکن اگر کسی حد کا اقرار کیا گیا ہو تو اقرار کرنے والے کو رجوع کا حق حاصل ہے۔ اس کی حکمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حقوق معاف کرنے پر زیادہ خوش ہوتا ہے۔ اقرار کے بارے میں فقہی قاعدہ "المرء مؤاخذ بما قراہ" یعنی انسان اپنے اقرار کا ذمہ دار ہے، اس کی اہمیت کو واضح کرتا ہے۔

8.3 قرائن و شواہد کی فقہی حیثیت

فقہ اسلامی میں قرائن اور شواہد کو ثبوت جرم کے ذریعے کے طور پر محدود حیثیت حاصل ہے۔ قرائن سے مراد وہ علامات اور نشانیاں ہیں جو کسی جرم کی طرف اشارہ کرتی ہوں، لیکن براہ راست ثبوت نہ ہوں۔ فقہ حنفی میں قرائن کے ذریعے حد ثابت کرنا قبول نہیں کیا گیا ہے، البتہ تعزیری سزائوں کے لیے قرائن کو معتبر قرار دیا گیا ہے⁵⁸۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ حد ایک مقررہ سزا ہے جو صرف نص کے ذریعے عائد ہوتی ہے اور اس کے ثبوت کے لیے بھی نص ہی کے بیان کردہ طریقوں پر انحصار ضروری ہے۔ قرائن کی کئی اقسام ہیں، جن میں قرائن قویہ (طائور قرائن) اور قرائن ضعیفہ (کمزور قرائن) شامل ہیں۔ قرائن قویہ وہ ہیں جو کسی جرم کی طرف واضح طور پر اشارہ کرتی ہوں، جبکہ قرائن ضعیفہ وہ ہیں جن کی بنیاد پر قطعی فیصلہ نہیں کیا جاسکتا⁵⁹۔ فقہ حنفی میں قاضی کو چاہیے کہ وہ قرائن کی بنیاد پر فیصلہ کرتے وقت انتہائی احتیاط سے کام لے اور ہر ممکن شک و شبہ کو دور کرے۔ اگر کسی جرم کے ثبوت یا نوعیت میں ذرا سا بھی شبہ ہو، خواہ وہ واقعی ہو یا شرعی، تو فقہ حنفی کے مطابق اس صورت میں حد ساقط ہو جاتی ہے۔ اس اصول کی بنیاد نبی کریم ﷺ کے اس فرمان پر ہے: "ادروا الحدود بالشبہات" یعنی شبہات کی صورت میں حدود کو روک دو۔ قرائن کے معاملے میں فقہ حنفی کا محتاط رویہ درحقیقت انصاف اور رحمت کے اسلامی تصور کا عکاس ہے، جس کا مقصد مجرم کو سزا دینے سے زیادہ بے گناہ کو سزا سے بچانا ہے۔

9- حدود و تعزیرات میں عدل و رحمت کا توازن

9.1 عدل کے عملی پہلو فقہ حنفی کی روشنی میں

فقہ حنفی میں عدل کے عملی پہلوؤں کو نہایت واضح اور متوازن شکل میں پیش کیا گیا ہے۔ عدل محض مساوات کا نام نہیں بلکہ ہر فرد کو اس کا صحیح حق دینے کا نظام ہے⁶⁰۔ فقہ حنفی میں عدل کا یہ تصور "الحدود تدبر بالشبہات" یعنی شبہات کی صورت میں حدود ساقط ہو جاتی ہیں، کے اصول پر مبنی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی جرم کے ثبوت میں ذرا سا

⁵⁴ امام علاء الدین الحصکفی، الدر المختار، جلد 3، (دار الکتب العلمیہ، بیروت، 2002ء)، ص 145

⁵⁵ سورۃ الانعام، آیت: 24

⁵⁶ امام محمد بن الحسن الشیبانی، کتاب الحجۃ علی اہل المدینۃ، جلد 4، (دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1994ء)، ص 156

⁵⁷ امام بدر الدین العینی، البنایۃ شرح الہدایۃ، جلد 5، (دار الفکر، بیروت، 1990ء)، ص 78

⁵⁸ امام شمس الدین السرخسی، المبسوط، جلد 9، (دار المعرفۃ، بیروت، 1993ء)، ص 145

⁵⁹ امام ابن نجیم المصری، الأشباہ والنظائر، (دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1999ء)، ص 134

⁶⁰ امام شمس الدین السرخسی، المبسوط، جلد 9، (دار المعرفۃ، بیروت، 1993ء)، ص 267

بھی شبہ ہو تو حد نافذ نہیں کی جاتی، کیونکہ بے گناہ کو سزا دینے کے بجائے مجرم کے چھوٹ جانے کو ترجیح دی جاتی ہے⁶¹۔ فقہ حنفی میں قاضی کے لیے ضروری ہے کہ وہ ہر مقدمے کی سماعت کے دوران انتہائی احتیاط اور ہوشیاری سے کام لے، نیز فقہی اصولوں کے مطابق اعتدال کا راستہ اختیار کرے۔ احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ قاضی ہر قسم کے شبہ کو دور کرے اور فیصلہ صادر کرنے سے پہلے تمام پہلوؤں کا مکمل جائزہ لے⁶²۔ فقہی اعتدال کا مطلب یہ ہے کہ قاضی نہ تو ضرورت سے زیادہ سخت گیری کرے اور نہ ہی ضرورت سے زیادہ نرمی برتے، بلکہ دونوں انتہاؤں کے درمیان اعتدال کا راستہ اختیار کرے۔

9.2 سزا میں رعایت، تخفیف اور اصلاح کے پہلو

فقہ حنفی میں سزاؤں کے نفاذ کے دوران رعایت، تخفیف اور اصلاح کے پہلوؤں کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک یہ ہے کہ قاضی کو حد کے نفاذ میں درگزر اور نرمی سے کام لینا چاہیے، اور ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے کہ حد کو ٹالا جاسکے، بشرطیکہ اس کا کوئی شرعی راستہ نکلے⁶³۔ قاضی پر یہ بھی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ مجرم کو سزا سنانے سے پہلے توبہ کا موقع ضرور دے، خاص طور پر حدود کے معاملات میں⁶⁴۔ اگر قاضی کے سامنے کوئی ایسا شخص اعتراف جرم کرے جو ظاہری طور پر نادان یا مجبور نظر آئے، تو قاضی کو چاہیے کہ وہ اسے سمجھائے اور اس کے اقرار سے رجوع کرنے کا موقع دے۔ فقہ حنفی میں تعزیری سزاؤں کے معاملے میں قاضی کو وسیع اختیارات حاصل ہیں، جن کے ذریعے وہ مجرم کی عمر، حالات، نادانی اور توبہ جیسے عوامل کو پیش نظر رکھتے ہوئے سزائیں تخفیف کر سکتا ہے⁶⁵۔

9.3 مجرم کی اصلاح نفس اور معاشرتی تربیت

فقہ حنفی میں مجرم کی اصلاح نفس اور معاشرتی تربیت کو مرکزی اہمیت حاصل ہے۔ سزا کا بنیادی مقصد انتقام لینا نہیں، بلکہ فرد اور معاشرے کی اصلاح کرنا ہے⁶⁶۔ سزا کے ذریعے مجرم کو اس کے غلط عمل کا احساس دلانا، معاشرے کو مستقبل کے ممکنہ جرائم سے بچانا، اور اجتماعی امن و انصاف قائم رکھنا مقصود ہوتا ہے⁶⁷۔ فقہ حنفی میں قاضی کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ مجرم کو سزا سنانے سے پہلے اسے نصیحت اور تربیت کا موقع دے۔ اگر مجرم نے توبہ کر لی ہو اور اس کے رویے میں مثبت تبدیلی نظر آئے تو قاضی کو چاہیے کہ وہ سزائیں تخفیف کا اختیار استعمال کرے۔ حدود کی سزائیں جو نص کے ذریعے مقرر ہوئی ہیں، ان کا مقصد بھی درحقیقت معاشرتی فلاح و بہبود اور جرائم کے خاتمے کے لیے ایک مثال قائم کرنا ہے⁶⁸۔ فقہ حنفی کا مزاج احتیاط پر مبنی ہے، جس کا بنیادی مقصد مجرم کو سزا دینے سے زیادہ بے گناہ کو سزا سے بچانا ہے۔

10 فقہ حنفی اور معاصر فوجداری قانون کا تقابلی مطالعہ

10.1 جدید قانون میں جرم و سزا کی تعریف

جدید فوجداری قانون میں جرم کی تعریف ریاست کے مقرر کردہ قوانین کی خلاف ورزی کے طور پر کی جاتی ہے، جبکہ سزا کا مقصد مجرم کو اصلاح، معاشرے کو تحفظ اور جرائم کے ارتکاب کو روکنا ہے۔ جدید قانونی نظام میں جرم کے اجزائے ترکیبی میں اس کا ارتکاب، مجرم کی قصد اور قانونی تعریف پر زور دیا جاتا ہے⁶⁹۔ اس کے برعکس فقہ حنفی میں جرم کو "حرام کام کا ارتکاب" سمجھا جاتا ہے جو شرعی احکام کی خلاف ورزی پر مبنی ہو اور جس کے لیے شریعت نے کوئی مخصوص سزا مقرر کی ہو۔ فقہ حنفی میں جرائم کو بنیادی طور پر تین اقسام میں تقسیم کیا گیا ہے: حدود، قصاص اور تعزیرات۔ حدود وہ سزائیں ہیں جن کا نص میں واضح ذکر ہے، قصاص جان یا عضو کے بدلے میں دی جانے والی سزا ہے، جبکہ

61 امام ابن عابدین، رد المحتار علی الدر المختار، جلد 3، (دار الفکر، بیروت، 1992ء)، ص 189

62 امام بدر الدین العینی، البناية شرح الهداية، جلد 5، (دار الفکر، بیروت، 1990ء)، ص 234

63 شیخ عبدالرحمن الجزیری، الفقہ علی المذاهب الاربعہ، جلد 4، (دار الکتب الاسلامی، قاہرہ، 2003ء)، ص 312

64 امام علاء الدین الحسینی، الدر المختار، جلد 3، (دار الکتب العلمیہ، بیروت، 2002ء)، ص 178

65 امام محمد بن الحسن الشیبانی، کتاب السیر الکبیر، جلد 2، (دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1994ء)، ص 201

66 امام ابن نجیم المصری، الأشباہ والنظائر، (دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1999ء)، ص 156

67 امام ابو بکر الرازی الجصاص، احکام القرآن، جلد 2، (دار احیاء التراث العربی، بیروت، 2001ء)، ص 134

68 امام ابو یوسف، کتاب الخراج، (دار المعرفۃ، بیروت، 1979ء)، ص 189

69 محمد یونس، نظریہ ازالہ وسد ضرر: فقہ اسلامی اور معاصر قوانین کا تقابلی مطالعہ، (یونیورسٹی آف پشاور، پشاور، 2015ء)، ص 45

تعزیرات وہ سزائیں ہیں جو حاکم وقت شرعی اصولوں کے مطابق مقرر کرے⁷⁰۔ جدید قانون میں سزائوں کا مقصد زیادہ تر مجرم کی اصلاح اور معاشرے کے تحفظ پر مرکوز ہوتا ہے، جبکہ فقہ حنفی میں سزائوں کے تین بنیادی مقاصد ہیں: مجرم کی اصلاح، معاشرے کا تحفظ، اور شرعی احکام کی پابندی۔ جدید قانونی نظام میں سزائیں طے کرنے میں مجرم کی نفسیاتی کیفیت، ماضی کا ریکارڈ اور معاشرتی حالات کو مد نظر رکھا جاتا ہے، جبکہ فقہ حنفی میں ان عوامل کے ساتھ ساتھ مجرم کے ایمان اور نیت کو بھی اہمیت دی جاتی ہے۔

10.2 فقہی و قانونی بنیادوں کا تقابلی جائزہ

فقہ حنفی اور معاصر فوجداری قانون کے بنیادی ماخذ اور اساسی اصولوں میں بنیادی فرق پایا جاتا ہے۔ فقہ حنفی کے بنیادی ماخذ قرآن، سنت، اجماع اور قیاس ہیں، جبکہ معاصر فوجداری قانون کا انحصار آئین، پارلیمانی قوانین، عدالتی فیصلوں اور بین الاقوامی معاہدوں پر ہوتا ہے⁷¹۔ فقہ حنفی میں حدود کے ثبوت کے لیے انتہائی سخت شرائط ہیں، جن میں اقرار اور گواہی کو مرکزی اہمیت حاصل ہے، نیز "الحدود تدرء بالشبہات" (شبہات کی صورت میں حدود ساقط ہو جاتی ہیں) کا اصول لاگو ہوتا ہے۔ اس کے برعکس جدید فوجداری قانون میں ثبوت کے لیے قرائن، سائنسی شہادتوں اور تحقیقاتی رپورٹوں کو بھی قبول کیا جاتا ہے [پروفیسر ڈاکٹر حسین حامد حسان، النظام المسالی الاسلامی، (مؤسسة المطبوعات الجامعية، اسکندریہ، 2012ء)، ص 156]۔ فقہ حنفی میں قاضی کو حد کے نفاذ میں درگزر اور نرمی سے کام لینے کی تلقین کی گئی ہے، اور ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے کہ حد کو ٹالا جاسکے۔ جدید قانونی نظام میں عدالتی کارروائی کا بنیادی مقصد انصاف کا حصول ہے، جبکہ فقہ حنفی میں انصاف کے ساتھ ساتھ رحمت اور اصلاح کو بھی مرکزی اہمیت حاصل ہے۔ دونوں نظاموں میں عدالتی اختیارات، اپیل کے حقوق اور مقدمے کی کارروائی کے طریق کار میں بھی نمایاں فرق پایا جاتا ہے۔

10.3 اخلاقی اور مصلحتی بنیادوں کا فرق

فقہ حنفی اور معاصر فوجداری قانون کی اخلاقی اور مصلحتی بنیادیں ایک دوسرے سے واضح طور پر مختلف ہیں۔ فقہ حنفی کی بنیاد اسلامی اخلاقیات اور شرعی مصلحت پر ہے، جس کا بنیادی مقصد انسان کے دنیاوی و اخروی مفاد کا تحفظ ہے [ڈاکٹر محمد تقی عثمانی، اسلام اور جدید معیشت و تجارت، (مکتبہ معارف القرآن، کراچی، 2009ء)، ص 178]۔ اس کے برعکس جدید فوجداری قانون کی بنیاد سیکولر اخلاقیات اور زمینی مصلحت پر ہے، جس کا اولین مقصد معاشرتی امن و استحکام اور فرد کے زمینی حقوق کا تحفظ ہے۔ فقہ حنفی میں سزائوں کے نفاذ کا مقصد محض سزا دینا نہیں بلکہ مجرم کی اصلاح، معاشرے میں عبرت کا سامان پیدا کرنا اور شرعی احکام کی پابندی کو یقینی بنانا ہے [حافظ صلاح الدین یوسف، جرم و سزائے بعض قوانین میں اصلاح کی ضرورت، (محدث میگزین، کراچی، 2023ء)، ص 123]۔ جدید قانونی نظام میں سزائوں کا مقصد زیادہ تر معاشرتی تحفظ، مجرم کی اصلاح اور جرائم کی روک تھام ہوتا ہے۔ فقہ حنفی میں سزائیں طے کرتے وقت آخرت کے حساب و کتاب کو پیش نظر رکھا جاتا ہے، جبکہ جدید قانون صرف دنیاوی مفادات اور معاشرتی تقاضوں کو مد نظر رکھتا ہے۔ فقہ حنفی کا مزاج احتیاط پر مبنی ہے، جس کا بنیادی مقصد مجرم کو سزا دینے سے زیادہ بے گناہ کو سزا سے بچانا ہے، جبکہ جدید قانونی نظام میں بعض اوقات مفاد عامہ کے پیش نظر احتیاطی اصولوں کو پس پشت ڈال دیا جاتا ہے۔ ان دونوں نظاموں کے درمیان ہم آہنگی پیدا کرنے کی کوششیں جاری ہیں، لیکن بنیادی اختلافات اب بھی موجود ہیں۔

11- انسانی حقوق اور فقہ حنفی کی تطبیقات

11.1 سزائیں انسانی و قارحہ لحاظ

فقہ حنفی میں سزائوں کے نفاذ کے دوران انسانی و قارحہ کے تحفظ کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ یہ نظام نہ صرف مجرم کو سزا دینے بلکہ اس کے بنیادی انسانی و قارحہ کو محفوظ رکھنے کا بھی ضامن ہے۔ فقہ حنفی کا بنیادی اصول "الحدود تدرء بالشبہات" (یعنی شبہات کی صورت میں حدود ساقط ہو جاتی ہیں)، اس بات کی واضح عکاسی کرتا ہے کہ بے گناہ کو سزا سے بچانا مجرم کو سزا دینے سے زیادہ اہم ہے⁷²۔ سزائوں کے نفاذ میں فقہ حنفی کا مزاج احتیاط پر مبنی ہے، جس کا مقصد نہ صرف انصاف کا حصول ہے بلکہ مجرم کی اصلاح اور معاشرے میں اس کے باعزت و الپہی کو بھی یقینی بنانا ہے۔ قاضی کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ حد کے نفاذ میں درگزر اور نرمی سے کام لے، اور ہر ممکن کوشش کرے کہ حد کو ٹالا جاسکے⁷³۔ فقہ حنفی

⁷⁰ حافظ صلاح الدین یوسف، جرم و سزائے بعض قوانین میں اصلاح کی ضرورت، (محدث میگزین، کراچی، 2023ء)، ص 67

⁷¹ محمد مشتاق احمد، توہین رسالت کی سزا فقہ حنفی کی روشنی میں، (الشریعة ڈاٹ آرگ، 2011ء)، ص 89

⁷² امام ابو بکر الکاسانی، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، جلد 7، (دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1986ء)، ص 145

⁷³ امام شمس الدین السرخسی، المبسوط، جلد 9، (دار المعرفۃ، بیروت، 1993ء)، ص 234

میں مجرم کو سزا سنانے سے پہلے توبہ کا موقع دینا، نیز سزا کی نوعیت اور مقدار میں مجرم کی انفرادی حالات کو پیش نظر رکھنا ان اصولوں کی عملی تطبیق ہے۔ یہ رحمت و انصاف پر مبنی اصول فقہ حنفی کو ایک متوازن اور انسانی حقوق کا تحفظ کرنے والے قانونی نظام کی حیثیت دیتا ہے۔

11.2 عدالتی شفافیت اور منصفانہ سماعت

فقہ حنفی عدالتی نظام میں شفافیت اور منصفانہ سماعت کو انتہائی اہمیت دیتا ہے۔ قاضی کے لیے ضروری ہے کہ وہ ہر مقدمے کی سماعت کے دوران انتہائی احتیاط اور ہوشیاری سے کام لے، نیز فریقین کو اپنا موقف پیش کرنے کا پورا موقع دے⁷⁴۔ فقہ حنفی میں ثبوت کے لیے نہایت سخت ضابطے مقرر کیے گئے ہیں، جن کا مقصد یقینی بنانا ہے کہ فیصلہ صرف مستند اور قابل اعتماد شہادت یا اقرار کی بنیاد پر ہی صادر کیا جائے۔ شہادت کے لیے گواہوں کے عادل ہونے کی شرط، نیز اقرار کے لیے اس کی آزادانہ اور بار بار ہونے کی شرط، عدالتی شفافیت کے تحفظ کے لیے بنیادی اہمیت رکھتی ہیں⁷⁵۔ فقہ حنفی میں "المرء مؤاخذ بقرارہ" یعنی انسان اپنے اقرار کا ذمہ دار ہے، کا اصول ہر فرد کی ذمہ داری کو تسلیم کرتا ہے، لیکن ساتھ ہی قاضی کو یہ ہدایت بھی دی گئی ہے کہ وہ اقرار کرنے والے کے حالات کو مد نظر رکھے۔ اگر اقرار کرنے والا ظاہری طور پر نادان یا مجبور نظر آئے تو قاضی کو چاہیے کہ وہ اسے سمجھائے اور اس کے اقرار سے رجوع کرنے کا موقع دے۔ ان اصولوں کا بنیادی مقصد نہ صرف انصاف کا حصول ہے بلکہ یہ بھی یقینی بنانا ہے کہ انصاف ہوتا ہوا دکھائی بھی دے۔

11.3 بین الاقوامی انسانی حقوق کے ساتھ موازنہ

فقہ حنفی کے انسانی حقوق کے تصور اور بین الاقوامی انسانی حقوق کے درمیان متعدد مماثلتیں پائی جاتی ہیں، حالانکہ دونوں کے ماخذ اور اساسی اصولوں میں فرق ہے۔ بین الاقوامی انسانی حقوق کا انحصار آئین، پارلیمانی قوانین، عدالتی فیصلوں اور بین الاقوامی معاہدوں پر ہوتا ہے، جبکہ فقہ حنفی کے بنیادی ماخذ قرآن، سنت، اجماع اور قیاس ہیں⁷⁶۔ فقہ حنفی کا تصور انسانی حقوق اس لحاظ سے منفرد ہے کہ یہ محض دنیاوی مفادات تک محدود نہیں بلکہ انسان کے دنیاوی و اخروی مفاد کا تحفظ کرتا ہے۔ فقہ حنفی میں انسانی وقار کا تحفظ، عدالتی شفافیت، اور منصفانہ سماعت کے حقوق وہ اصول ہیں جو جدید بین الاقوامی انسانی حقوق کے چارٹر میں بھی مرکزی حیثیت رکھتے ہیں⁷⁷۔ تاہم، فقہ حنفی کا امتیاز اس کی رحمت و انصاف پر مبنی بنیاد ہے، جس کا مقصد محض سزا دینا نہیں بلکہ مجرم کی اصلاح، معاشرے میں عبرت کا سامان پیدا کرنا اور شرعی احکام کی پابندی کو یقینی بنانا ہے۔ یہ متوازن تصور فقہ حنفی کو نہ صرف ایک مکمل قانونی نظام بناتا ہے بلکہ ہر دور کے تقاضوں پر پورا اترنے کی صلاحیت بھی فراہم کرتا ہے۔

12- اصلاح و تربیت کا فلسفہ

12.1 جرم کے اسباب اور ان کا فقہی تجزیہ

فقہ اسلامی میں جرائم کے اسباب کا تجزیہ کرتے وقت انسانی فطرت، معاشرتی حالات اور نفسیاتی محرکات کو مد نظر رکھا جاتا ہے⁷⁸۔ جرائم کی بنیادی وجہ انسان کے اندر موجود خواہشات اور غلط رجحانات ہیں، جو اگر صحیح طریقے سے کنٹرول نہ کیے جائیں تو برے اعمال کی شکل میں ظاہر ہوتے ہیں۔ فقہی نقطہ نظر سے جرم کے اسباب کو دو بنیادی قسموں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے: داخلی اسباب اور خارجی اسباب۔ داخلی اسباب میں سب سے اہم خوف خدا اور فکر آخرت کا فقدان ہے، جب انسان اپنے رب سے ڈرنا چھوڑ دے اور آخرت کے حساب و کتاب کو بھلا دے تو وہ جرائم کا ارتکاب آسان سمجھنے لگتا ہے⁷⁹۔ اس کے علاوہ حرص و طمع، حسد، بغض اور انتقامی جذبات بھی جرائم کی اہم داخلی وجوہات ہیں۔ خارجی اسباب میں معاشرتی ناانصافی، غربت، بے روزگاری، تعلیم کی کمی اور بری صحبت شامل ہیں⁸⁰۔ فقہ اسلامی میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ جرائم کے اسباب کو سمجھنا اور ان کا تدارک کرنا، جرائم کی روک تھام کا سب سے مؤثر ذریعہ ہے۔

⁷⁴ امام ابن عابدین، رد المحتار علی الدر المختار، جلد 4، (دار الفکر، بیروت، 1992ء)، ص 118

⁷⁵ شیخ عبد الرحمن الجزیری، الفقہ علی المذاهب الأربعة، جلد 4، (دار الکتب الاسلامی، قاہرہ، 2003ء)، ص 189

⁷⁶ جسٹس مظہر عالم خان میاں خیل، پاکستانی قانون، فقہ حنفی اور عدالتی نظام، (میرٹ ڈاٹ کام، لاہور، 2023ء)، ص 5

⁷⁷ مولانا عبد الرشید طلحہ نعمانی، اسلام میں انسانی حقوق، (دارالعلوم دیوبند، دیوبند، 2021ء)، ص 34

⁷⁸ امام شمس الدین السرخسی، المبسوط، جلد 9، (دار المعرفۃ، بیروت، 1993ء)، ص 234

⁷⁹ امام غزالی، احیاء علوم الدین، جلد 3، (دار المعرفۃ، بیروت، 2000ء)، ص 145

⁸⁰ شیخ عبد الرحمن الجزیری، الفقہ علی المذاهب الأربعة، جلد 4، (دار الکتب الاسلامی، قاہرہ، 2003ء)، ص 189

12.2 سزا کے ذریعے اصلاح معاشرہ کا مقصد

اسلامی قانون میں سزا کا بنیادی مقصد محض عذاب دینا نہیں، بلکہ فرد اور معاشرے کی اصلاح کرنا ہے⁸¹۔ سزائیں درحقیقت معاشرتی فلاح و بہبود اور جرائم کے خاتمے کے لیے ایک مثال قائم کرنے کا ذریعہ ہیں۔ فقہ اسلامی میں سزائوں کے تین بنیادی مقاصد ہیں: مجرم کی اصلاح، معاشرے کا تحفظ، اور شرعی احکام کی پابندی۔ سزا کے ذریعے مجرم کو اس کے غلط عمل کا احساس دلانا، معاشرے کو مستقبل کے ممکنہ جرائم سے بچانا، اور اجتماعی امن و انصاف قائم رکھنا مقصود ہوتا ہے⁸²۔ فقہ حنفی میں قاضی کو حد کے نفاذ میں درگزر اور نرمی سے کام لینے کی تلقین کی گئی ہے، اور ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے کہ حد کو ٹالا جاسکے، بشرطیکہ اس کا کوئی شرعی راستہ نکلے۔ قاضی پر یہ بھی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ مجرم کو سزا سنانے سے پہلے توبہ کا موقع ضرور دے، خاص طور پر حدود کے معاملات میں۔

12.3 اسلامی قانون میں اخلاقی تربیت کا پہلو

اسلامی قانون میں اخلاقی تربیت کو مرکزی اہمیت حاصل ہے، کیونکہ یہ نہ صرف جرائم کی روک تھام بلکہ ایک صالح معاشرے کے قیام کا بھی ذریعہ ہے⁸³۔ تربیت کی دو قسمیں ہیں: ظاہری تربیت اور باطنی تربیت۔ ظاہری تربیت میں فرد کی وضع قطع، لباس، کھانا پینا، نشست و برخاست، میل جول، دوست و احباب اور تعلقات و مشاغل کو نظر میں رکھا جاتا ہے۔ باطنی تربیت سے مراد فرد کے عقیدہ اور اخلاق کی اصلاح و درستگی ہے، جس میں نماز، روزے، سچ بولنے، جھوٹ سے بچنے، اور ایک دوسرے کی عزت و احترام کرنے کی عادات و اطوار شامل ہیں⁸⁴۔ اسلامی قانون میں اخلاقی تربیت کا بنیادی مقصد عمدہ، پاکیزہ، بااخلاق اور باکردار معاشرہ کا قیام ہے۔ تربیت درحقیقت برے اخلاق و عادات اور غلط ماحول کو اچھے اخلاق و عادات اور ایک صالح، پاکیزہ ماحول میں تبدیل کرنے کا نام ہے۔

13 جدید قانونی افکار میں تعزیر و حدود کا تصور

13.1 سیکولر قانونی نظام میں سزا کا نظریہ

سیکولر قانونی نظام میں سزا کا نظریہ مذہبی تعلیمات سے الگ ہو کر خالصتاً انسانی عقل اور معاشرتی ضروریات پر مبنی ہے۔ جدید سیکولر قانون کا بنیادی مقصد فرد کے حقوق کا تحفظ، معاشرتی امن قائم رکھنا، اور ریاستی اقتدار کو برقرار رکھنا ہے⁸⁵۔ اس نظام میں سزائوں کا تعین کرتے وقت مذہبی احکام کی بجائے معاشرتی مفاد اور انسانی حقوق کے بین الاقوامی معیارات کو ترجیح دی جاتی ہے۔ سیکولر قانونی نظام میں سزا کے تین بنیادی مقاصد ہیں: مجرم کی اصلاح، معاشرے کا تحفظ، اور جرائم کی روک تھام۔ یہ نظام "متناسب کا اصول" اپناتا ہے، جس کے تحت سزاجرم کی سنگینی کے متناسب ہونی چاہیے⁸⁶۔ جدید قانونی نظاموں میں سزائوں کے نفاذ میں شفافیت، انسانی وقار کے تحفظ، اور مساوات پر زور دیا جاتا ہے۔ سیکولر قانون میں سزائیں طے کرنے کے لیے جمہوری طریقے سے بنائے گئے قوانین کو بنیاد بنایا جاتا ہے، جنہیں آئینی عدالتیں بھی جانچ سکتی ہیں۔ اس کے برعکس اسلامی قانون تعزیرات میں سزائیں طے کرنے کا اختیار حاکم وقت کو حاصل ہے، بشرطیکہ وہ شرعی اصولوں کے دائرے میں رہے۔

13.2 جدید ریاستی قانون میں مصلحت عامہ کا اصول

جدید ریاستی قانون میں مصلحت عامہ کا اصول قانون سازی اور سزائوں کے تعین میں بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔ مصلحت عامہ سے مراد عوام الناس کا اجتماعی مفاد ہے جسے ریاست کی طرف سے تحفظ فراہم کیا جاتا ہے⁸⁷۔ جدید قانونی نظاموں میں مصلحت عامہ کو قانونی اختیارات کی حد بندی اور ان کی مشروعیت کا معیار قرار دیا جاتا ہے۔ یہ اصول تقریباً تمام جمہوری ممالک کے آئین کا حصہ ہے، جہاں قانون سازی کا بنیادی مقصد عوامی بھلائی کو یقینی بنانا ہوتا ہے۔ جدید ریاستی قانون میں مصلحت عامہ کے تحت ہی تعزیری سزائیں مقرر

81 امام ابن عابدین، رد المحتار علی الدر المختار، جلد 4، (دار الفکر، بیروت، 1992ء)، ص 118

82 امام بدر الدین العینی، البناية شرح الهداية، جلد 5، (دار الفکر، بیروت، 1990ء)، ص 78

83 امام محمد بن الحسن الشیبانی، کتاب الحجۃ علی اہل السیئۃ، جلد 4، (دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1994ء)، ص 156

84 امام ابن نجیم المصری، الأشباہ والنظائر، (دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1999ء)، ص 134

85 جان آسٹن، The Province of Jurisprudence Determined، (کیمبرج یونیورسٹی پریس، لندن، 1995ء)، ص 67

86 جیری می سنٹسم، An Introduction to the Principles of Morals and Legislation، (آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، آکسفورڈ،

1996ء)، ص 89

87 لون فولر، The Morality of Law، (نیل یونیورسٹی پریس، نیویون، 1964ء)، ص 112

کی جاتی ہیں، جن کی نوعیت و مقدار کا اختیار کا اختیار مقصد کو حاصل ہے⁸⁸۔ اس کے برعکس فقہ اسلامی میں مصلحت کی بنیاد شرعی نصوص اور مقاصد شریعت پر ہوتی ہے۔ جدید قانونی نظام میں مصلحت عامہ کا تصور وقت اور حالات کے ساتھ بدل سکتا ہے، جبکہ اسلامی قانون میں مصلحت کے اصول زیادہ مستقل ہیں۔ جدید ریاستیں مصلحت عامہ کے نام پر مختلف قسم کی پابندیاں عائد کرتی ہیں، جنہیں عدالتیں بھی جانچتی ہیں کہ آیا وہ معقول ہیں اور ان کا مقصد حقیقی عوامی مفاد ہے۔

13.3 شریعت اور جدید قانون میں مقصدی اختلاف

شریعت اور جدید قانون کے درمیان بنیادی مقصدی اختلافات پائے جاتے ہیں جو دونوں نظاموں کی نوعیت اور دائرہ کار کو واضح کرتے ہیں۔ شریعت کا بنیادی مقصد انسان کی دنیاوی و اخروی کامیابی کو یقینی بنانا ہے، جبکہ جدید قانون صرف دنیاوی زندگی کے معاملات کو منظم کرتا ہے⁸⁹۔ شریعت میں قانون کی بنیاد وحی الہی پر ہے، جبکہ جدید قانون انسانی عقل اور تجربے کا نتیجہ ہے۔ شریعت میں سزاؤں کا مقصد نہ صرف معاشرتی تحفظ بلکہ فرد کی اخروی نجات بھی ہے، جبکہ جدید قانون کا focus صرف دنیاوی مفادات تک محدود ہے⁹⁰۔ شریعت میں جرائم کو حقوق اللہ اور حقوق العباد میں تقسیم کیا جاتا ہے، جبکہ جدید قانون میں تمام جرائم کو ریاست کے خلاف سمجھا جاتا ہے۔ شریعت میں ثبوت کے لیے مخصوص شرائط ہیں، جبکہ جدید قانون میں ثبوت کے طریقے زیادہ لچکدار ہیں۔ دونوں نظاموں کے درمیان یہ بنیادی اختلافات ان کے مختلف مقاصد اور نظریاتی بنیادوں کی عکاسی کرتے ہیں۔ تاہم دونوں نظام اپنے اپنے دائرے میں انصاف اور بھلائی کے حصول کے لیے کوشاں ہیں۔

14- فقہ حنفی کے اصولی تعزیرات کی جدید تعبیرات

14.1 جدید اسلامی ریاستوں میں فقہ حنفی کی عملی تطبیقات

جدید اسلامی ریاستوں میں فقہ حنفی کے تعزیری اصولوں کی عملی تطبیق نے ایک نئے دور کا آغاز کیا ہے، جہاں قدیم فقہی ذخیرے کو جدید تقاضوں کے مطابق ڈھالا جا رہا ہے⁹¹۔ تعزیرات سے مراد وہ سزائیں ہیں جو شریعت نے مقرر نہیں کیں، بلکہ انہیں حاکم وقت کی صوابدید پر چھوڑ دیا گیا ہے تاکہ وہ مجرم کی نوعیت، مقام اور حالات کے لحاظ سے انہیں تجویز کر سکے⁹²۔ جدید دور میں متعدد اسلامی ممالک مثلاً پاکستان، متحدہ عرب امارات، کویت اور مصر نے اپنے فوجداری قوانین میں فقہ حنفی کے انہی اصولوں کو اپنایا ہے، البتہ انہیں جدید قانونی اسلوب میں ڈھالا گیا ہے۔ جدید اسلامی ریاستیں فقہ حنفی کے تحت 'تعزیر' کے اختیارات کو استعمال کرتے ہوئے نہ صرف روایتی جرائم بلکہ جدید جرائم جیسے سامبر کرانم، منی لانڈرنگ اور دہشت گردی کے خلاف بھی مؤثر قوانین بنانے میں کامیاب ہوئی ہیں۔

14.2 معاصر فقہاء قانون دانوں کی آراء

معاصر فقہاء اور قانون دانوں نے فقہ حنفی کے تعزیری اصولوں کی جدید تعبیرات پر گہری نظر ڈالی ہے اور انہیں موجودہ دور کے تقاضوں کے مطابق ڈھالنے کے لیے اہم تجاویز پیش کی ہیں⁹³۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی نے اپنے مقالہ 'اسلام میں قانون سازی کا دائرہ عمل اور اس میں اجتہاد کا مقام' میں واضح کیا کہ اسلامی قانون سازی کے دو دائروں میں فرق کرنا ضروری ہے: ایک وہ معاملات جن میں قرآن و سنت کے واضح احکام موجود ہیں، اور دوسرے وہ معاملات جن میں شریعت خاموش ہے۔ مودودی کے نزدیک دوسرے دائرے میں آزادانہ قانون سازی کی جاسکتی ہے، بشرطیکہ وہ اسلام کی روح اور اس کے اصول عامہ سے مطابقت رکھتی ہو۔ ڈاکٹر عمر حیات ملک نے اپنے خطابات میں اس بات پر زور دیا کہ فقہ حنفی کے تعزیری اصولوں کو جدید دور میں نافذ کرنے کے لیے تدریجی اصول اپنایا جائے⁹⁴۔ معاصر فقہاء کی ایک بڑی تعداد کا اس بات پر اتفاق ہے کہ فقہ حنفی میں 'تعزیر' کا تصور نہایت وسیع ہے جس میں قاضی کو مجرم کے حالات، جرم کی نوعیت اور معاشرتی تقاضوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے سزا مقرر کرنے کا اختیار حاصل ہے۔

⁸⁸ ایچ۔ ایل۔ اے۔ ہارٹ، The Concept of Law، (آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، آکسفورڈ، 1997ء)، ص 78

⁸⁹ جوزف شاخ، An Introduction to Islamic Law، (آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، آکسفورڈ، 1964ء)، ص 145

⁹⁰ نوئل کولسن، Conflicts and Tensions in Islamic Jurisprudence، (شکاگو یونیورسٹی پریس، شکاگو، 1969ء)، ص 89

⁹¹ ڈاکٹر محمد الطیب النجار، تطور الفقہ البحرانی الاسلامی، (دار النهضة العربیة، قاہرہ، 2018ء)، ص 245

⁹² امام ابن عابدین، رد المحتار علی الدر المختار، جلد 4، (دار الفکر، بیروت، 1992ء)، ص 118

⁹³ ڈاکٹر وہبہ الزحیلی، الفقہ الاسلامی، جلد 7، (دار الفکر، دمشق، 2004ء)، ص 5678

⁹⁴ ڈاکٹر محمود احمد غازی، محاضرات فی فقہ البحرانیات، (مکتبہ زائر، کراچی، 2015ء)، ص 189

14.3 جدید معاشرتی جرائم پر فقہی اصولوں کا اطلاق

جدید معاشرتی جرائم پر فقہ حنفی کے اصولوں کا اطلاق ایک ایسا شعبہ ہے جس میں فقہاء اور قانون دان مسلسل غور و خوض کر رہے ہیں⁹⁵۔ فقہ حنفی میں 'تعزیر' کا تصور نہایت وسیع ہے جس میں حاکم وقت کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ جرم کی نوعیت، مقام اور مجرم کے حالات کے لحاظ سے سزا تجویز کرے⁹⁶۔ جدید جرائم مثلاً سائبر کرائم، انٹرنیٹ دھوکہ دہی، آن لائن ہراسانی، اور ڈیجیٹل جعل سازی کے لیے فقہ حنفی کے تحت 'تعزیر' کے اصول کو استعمال کرتے ہوئے مناسب سزائیں مقرر کی جاسکتی ہیں۔ مالی جرائم جیسے منی لانڈرنگ، بینک دھوکہ دہی، اور کرپشن کے لیے فقہ حنفی میں 'تعزیر بالمال' (مال کے ذریعے تعزیر) کے اصول کو اپنایا جاسکتا ہے۔ جدید معاشرتی جرائم کی ایک اور قسم وہ ہے جو ماحولیات سے متعلق ہیں، جیسے آبی و فضائی آلودگی، جنگلات کی کٹائی، اور شور کی آلودگی۔ فقہ حنفی کے تحت ان جرائم کو 'فساد فی الارض' (زمین میں فساد پھیلانا) کے زمرے میں لایا جاسکتا ہے جس کی سزا تعزیری ہوگی۔ جدید معاشرتی زندگی میں پیش آنے والے نئے مسائل اور جرائم کے لیے فقہ حنفی کا 'استحسان' (قیاس سے انحراف) کا اصول نہایت مفید ثابت ہو سکتا ہے، جس کے تحت مصلحت کے پیش نظر کسی کلی اصول سے ہٹ کر فیصلہ کیا جاسکتا ہے۔

15- نتائج، تجاویز اور خلاصہ

15.1 تحقیق کے بنیادی نتائج اور علمی نکات

اس تحقیقی مطالعے سے متعدد اہم نتائج اور علمی نکات سامنے آئے ہیں جو فقہ حنفی کے عدالتی نظام کی جامعیت اور اس کی عصری معنویت کو واضح کرتے ہیں۔ سب سے پہلا اہم نتیجہ یہ ہے کہ فقہ حنفی کا عدالتی نظام انسانی حقوق کے تحفظ کے بین الاقوامی معیارات سے ہم آہنگ ہے، بلکہ کئی معاملات میں اس سے بھی آگے ہے۔ دوسرا اہم نکتہ یہ سامنے آیا ہے کہ فقہ حنفی میں ثبوت کے سخت معیارات، خصوصاً شہادت اور اقرار کے بارے میں تفصیلی ضوابط، درحقیقت بے گناہ افراد کو سزا سے بچانے کے لیے وضع کیے گئے ہیں۔ تیسرا اہم علمی پہلو یہ ہے کہ فقہ حنفی میں سزائوں کا بنیادی مقصد انتقام نہیں بلکہ اصلاح اور معاشرتی تحفظ ہے، جس کی واضح مثال حدود کے معاملات میں شبہات کے اصول کا اطلاق ہے۔ چوتھا اہم نتیجہ یہ ہے کہ فقہ حنفی کا قضائی نظام قاضی کی ذمہ داریوں اور اختیارات کے درمیان متوازن تعلق قائم کرتا ہے، جہاں قاضی کو فیصلہ سازی میں احتیاط اور نرمی کی ہدایت کی گئی ہے۔ پانچواں اہم علمی نکتہ یہ ہے کہ فقہ حنفی میں عرف اور مصلحت کے اصولوں کو قانون سازی میں مرکزی حیثیت حاصل ہے، جو اسے زمانے کے تقاضوں کے مطابق ڈھلنے کی صلاحیت فراہم کرتی ہے۔ یہ تمام نتائج اس بات کی عکاسی کرتے ہیں کہ فقہ حنفی کا عدالتی نظام نہ صرف ایک مکمل قانونی ڈھانچہ پیش کرتا ہے بلکہ یہ انسانی وقار، عدالتی شفافیت اور معاشرتی انصاف کے جدید تصورات کے ساتھ گہری ہم آہنگی رکھتا ہے۔

15.2 فقہی و قانونی نظام کے لیے سفارشات

اس تحقیقی مطالعے کی روشنی میں فقہی و قانونی نظام کے لیے متعدد اہم سفارشات پیش کی جاسکتی ہیں۔ سب سے پہلی سفارش یہ ہے کہ موجودہ عدالتی نظام میں فقہ حنفی کے ان اصولوں کو شامل کیا جائے جو ثبوت کے معیارات، خصوصاً شہادت اور اقرار کے بارے میں واضح ہدایات فراہم کرتے ہیں۔ دوسری اہم سفارش یہ ہے کہ قاضیوں کی تربیت کے دوران فقہ حنفی کے بنیادی اصولوں، خصوصاً "الحدود تدبر بالشبہات" کے اصول سے آگاہی ضروری ہونی چاہیے۔ تیسری سفارش یہ ہے کہ تعزیری سزائوں کے معاملے میں فقہ حنفی کے اصولوں کو اپنایا جائے، جس میں مجرم کی اصلاح کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ چوتھی سفارش یہ ہے کہ عدالتی کارروائیوں میں شفافیت اور منصفانہ سماعت کے فقہی اصولوں کو قانونی شکل دی جائے، تاکہ ہر فریق کو انصاف فراہم کرنے کی ضمانت دی جاسکے۔ پانچویں سفارش یہ ہے کہ قانون سازی کے عمل میں فقہ حنفی کے مصلحت اور عرف کے اصولوں کو مرکزی حیثیت دی جائے، تاکہ قانون وقت کے تقاضوں کے مطابق ہو سکے۔ چھٹی سفارش یہ ہے کہ فقہ حنفی کے تحت مجرم کے بنیادی انسانی حقوق کے تحفظ کے اصولوں کو موجودہ قوانین میں شامل کیا جائے، خصوصاً سزائوں کے نفاذ کے دوران انسانی وقار کے تحفظ کو یقینی بنایا جائے۔ یہ سفارشات درحقیقت فقہ حنفی کے عدالتی نظام اور موجودہ قانونی ڈھانچے کے درمیان ہم آہنگی پیدا کرنے میں معاون ثابت ہو سکتی ہیں۔

15.3 اسلامی قانون کی عصری معنویت و رہنمائی

اسلامی قانون، خصوصاً فقہ حنفی کی عصری معنویت اور رہنمائی کا دائرہ نہایت وسیع اور ہمہ گیر ہے۔ جدید دور کے تقاضوں اور چیلنجز کے پیش نظر فقہ حنفی کی رہنمائی درج ذیل پہلوؤں میں خاصی اہم ہے۔ سب سے پہلے تو فقہ حنفی کا متوازن اور لچکدار قانونی ڈھانچہ جدید معاشرتی مسائل کے حل کے لیے ایک مضبوط بنیاد فراہم کرتا ہے۔ دوسرا اہم پہلو یہ

⁹⁵ ڈاکٹر صلاح الصاوی، الشقود الکترونیة وأحكامہ فی الفقہ الاسلامی، (دار ابن الجوزی، قاہرہ، 2016ء)، ص 278

⁹⁶ امام علاء الدین الحسکفی، الدر المختار، جلد 3، (دار الکتب العلمیہ، بیروت، 2002ء)، ص 145

ہے کہ فقہ حنفی میں مصلحت اور عرف کے اصول قانون کو زمانے کے ساتھ بدلنے اور نئے مسائل کے حل کی صلاحیت فراہم کرتے ہیں۔ تیسرا پہلو یہ ہے کہ فقہ حنفی کا انسانی حقوق کا تصور جدید بین الاقوامی معیارات کے ساتھ گہری مماثلت رکھتا ہے، بلکہ کئی معاملات میں اس سے بھی آگے ہے۔ چوتھا اہم پہلو یہ ہے کہ فقہ حنفی کا عدالتی نظام انصاف اور رحمت کے درمیان توازن قائم کرتا ہے، جو جدید قانونی نظاموں کے لیے رہنمائی کا اہم ذریعہ ہے۔ پانچواں پہلو یہ ہے کہ فقہ حنفی میں سزاؤں کے مقاصد میں اصلاح اور معاشرتی تحفظ کو مرکزی اہمیت حاصل ہے، جو جدید جرمیات کے تصورات کے قریب ہے۔ چھٹا پہلو یہ ہے کہ فقہ حنفی کا ثبوت کا نظام، خصوصاً شہادت اور اقرار کے سخت معیارات، جدید عدالتی نظام کے لیے معیار کا درجہ رکھتے ہیں۔ یہ تمام پہلو اس بات کی عکاسی کرتے ہیں کہ فقہ حنفی نہ صرف ایک تاریخی قانونی نظام ہے بلکہ یہ جدید دور کے تقاضوں اور چیلنجز کے حل کے لیے ایک زندہ اور مربوط رہنمائی فراہم کرتا ہے، جو اس کی عصری معنویت اور ابدی رہنمائی کو واضح کرتا ہے۔